حکیم عبدالرحمٰن سہارنپوری

ہندوستان کا ایک پُرگو عربی شاعر

جناب ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب رامپوری ایم، اے، پی، ایچ، ڈی (علیگ)

آج اہلِ علم میں غالباً ایسا کوئی نہ ہوگا جو ضلع سہارنپور کے 'مظاہر علوم' نامی دارالعلوم سے تو واقف ہو مگر اس دارالعلوم کے ممتاز ترین فاضل و محدث احمد علی[1] بن لطف اللہ انصاری سہارنپوری متوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء سے ناآشنا ہو۔ درحقیقت موصوف نے اس قدر ذوق، خلوص، مستعدی اور جدوجہد سے عرصہ دراز تک حدیث رسول ؐ کا درس دیا کہ آپ کا شمار ہندوستان کے مشہور محدثین کی فہرست میں ہوتا ہے، آپ نے اپنے کو مظاہر علوم سے وابستہ کر کے اپنی طرح دارالعلوم کا نام بھی زندہ کر دیا۔ مگر افسوس ہے کہ مرحوم جیسے عالمِ باعمل کے اخلاف کا حال بالکل نہیں ملتا۔ مجھے ان کے ایک صاجزادے حکیم عبدالرحمٰن انصاری کا حال معلوم ہو سکا ہے جو عربی زبان کے شاعر، فاضل، ادیب، اعلیٰ محدث اور کامیاب طبیب تھے۔

مولانا آزاد لائبریری (علی گڈھ مسلم یونیورسٹی) کے ذخیرۂ حبیب گنج، میں 'التحفۃ العثمانیہ' نامی ایک عربی مخطوط (رقم ۲۸/۱۲۲) ہے۔ اس قلمی کتاب کے ایک سو انچاس (۱۴۹) صفحات میں مختلف عنوانوں کے تحت بارہ سو ترپن (۱۲۵۳) اشعار پر

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ نزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر۔ سید عبدالحی بن فخر الدین بن عبد العلی رائے بریلوی لکھنوی۔ المتوفی ۱۳۴۱ھ (دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۷۵ھ) ج ۷ ص ۴۹۳، الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند، سید عبدالحی المذکور (مطبوعہ دمشق ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء) ص ۱۴۰۔ حدائق الحنفیہ۔ حافظ فقیر محمد جہلمی خلف حافظ محمد سفارش تلمیذ مفتی صدر الدین خاں آزردہ (مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء) ص ۴۹۲، INDIA'S CONTRIBUTION TO THE STUDY OF HADITH LITERATURE BY M. ISHAQ (ASHRAF PRESS, LAHORE, 1955) PAGE 183.

مشتمل دسیوں قصائد کا مجموعہ ہے، تمام اشعار ایک بحر اور ایک قافیہ میں لکھے گئے ہیں۔ اس تسلسل کے باعث اِس مجموعۂ کلام کو طویل نظم کے نام سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، اس میں بچپن کے مختصر حالات، تحصیلِ علم کی اجمالی کیفیت کسبِ معاش کے لئے سفر، مشاغلِ حیات اور زندگی کے اہم واقعات معلوم ہوتے ہیں، لہٰذا اس اعتبار سے "التحفۃ العثمانیہ" کو حکیم صاحب کی خود نوشت آپ بیتی کہا جا سکتا ہے مگر اس مجموعۂ کلام میں نواب محسن الملک، عماد الملک، مسٹر کن، فرید الملک، نواب مکرم الدولہ، لائق علی خاں، نواب مختار الملک، نواب وقار الملک، نظام الملک، نواب اقتدار الملک، بشیر الدولہ، راجہ نرندر، راجہ کشن پرشاد، نواب نادر جنگ، نواب افسر جنگ، اسد یار جنگ نواب شرف یاب جنگ، حکیم عبدالعزیز خاں، سلطان الحکماء ڈاکٹر وزیر علی خاں، مولانا انوار اللہ خاں، مولانا زکی الدین، قاری عبدالرحمٰن صدیقی فرزند علی، شمس العلماء ظفر جنگ، نواب آصف الدولہ، نواب نثار یار جنگ، والی حیدر آباد نواب میر عثمان علی خاں اور اُن کے مصاحبین نواب محبوب یار جنگ، نواب محبوب یار الدولہ، نواب داور الملک، نادر الدولہ اور راجہ مُرلی منوہر کی مدح سرائی کے ساتھ اُن کے اہم کارناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ وزیر ریاست نواب مختار الملک کے انتقال کے بعد وزارتِ عظمٰی کے منصب کو حاصل کرنے کے لئے امراء کی باہم رسہ کشی وغیرہ جیسے واقعات کو عربی اشعار میں تحریر کیا گیا ہے، اس لئے "التحفۃ العثمانیہ" کو ریاستِ حیدر آباد کی مختصر تاریخ کے نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔

حکیم صاحب کے نبیرہ مولوی محمد نسیم صاحب[1] نے اپنے مکتوب ۲۱ مارچ ۱۹۶۲ء میں جو راقم کے نام ہے ممدوح کے مختصر سوانح حیات سپردِ قلم کئے تھے، اِس مکتوب اور "التحفۃ العثمانیہ" میں درج شدہ معلومات کے پیشِ نظر حکیم صاحب کے حالاتِ زندگی ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

سید احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے چھ صاحبزادے تھے، اُن میں حکیم عبدالرحمٰن فرزندِ دوم تھے۔ چھ سال کی عمر میں حفظِ قرآن شروع کیا، پھر فارسی تعلیم پائی۔ بعد ازاں عربی کے درسِ نظامی اور مروجہ معقولات و منقولات کی کتابیں پڑھیں جیسا کہ خود لکھا ہے:۔

ثم ازال شغلی بالعلوم ودرسها ۔ الی اننی اتممت درسا نظامیا

---

[1] ساکن وِجیا نگر، ملے پلی۔ حیدر آباد دکن۔ آندھرا۔

حدیثا و تفسیرا و فقها و حکمۃ ؛ و طبا و تجویدا و علما معانیا
فنلت بفضل اللہ منہا لبانتی ؛ باوفر حظ کان فیہ غنائیا

حکیم صاحب نے علمِ حدیث کی تعلیم خصوصیت کے ساتھ اپنے والد ماجد سے پائی اور عربی فنونِ ادب کی تحصیل اپنے عہد کے مشہور و معروف فاضل مولانا فیض الحسن سہارن پوری متوفی ۱۳۰۴ھ سے کی، ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد علومِ معرفت کا شوق پیدا ہوا تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے حلقہ مریدین میں شامل ہوئے اور اپنے شوق کی تکمیل کی۔

حکیم صاحب نے کسبِ معاش کے لئے طب کے پیشے کو اختیار کیا۔ اٹاوہ میں اُس وقت کوئی حاذق طبیب نہیں تھا۔ لہٰذا تحصیل دار محمد نظیر گنگوہی نے آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے اٹاوہ میں کامیابی کے امکانات بتائے اور اپنے مکتوب میں وضاحت کی کہ تاخیر نہ کی جائے اور جلد از جلد اٹاوہ پہنچا جائے۔
حکیم صاحب نے پُرخلوص مشورے کو قبول کیا، رختِ سفر باندھا اور اٹاوہ پہنچ کر مطب شروع کر دیا۔ جلد ہی شہرت حاصل ہو گئی، حکیم صاحب نے اٹاوہ جانے اور مطب کرنے کا واقعہ قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ صرف چار شعر درج کئے جاتے ہیں:-

وکانت سہا رنفور مسقط راسنا ؛ ودار الاُلیٰ ابلت نوا ھم شبابیا
فاُنبئت من ذاری وذی رحم بہا ؛ وغودرت فی محن محون سوادیا
محمد نظیرٌ اذلم یجد فی مقامہ ؛ طبیبا لہ علم وحذق دعانیا
وعاشرت فیھم والطبابۃ حرفتی ؛ اعالج فیہا کل من جاء شاکیا

حکیم صاحب کے ایک شفیق دوست ممتاز علی میرٹھی نے حیدر آباد جانے کا مشورہ دیا تاکہ خاطر خواہ ترقی کی جا سکے۔ اتفاق سے نواب محسن الملک معتمد مال ریاست حیدر آباد اپنے اعزاء و احباب سے ملاقات کے لئے اٹاوہ آئے۔ حکیم صاحب کا تعارف ہوا اور نہایت خوش گوار تعلقات قائم ہو گئے۔ نواب محسن الملک نے ممتاز میرٹھی کی رائے سے اتفاق کیا اور واقعی ترقی کی خاطر سفر حیدر آباد ضروری قرار دیا۔ نواب صاحب کے بے حد اصرار پر آپ نے حیدر آباد کو روانگی کا عزم کیا۔ سفر سے قبل سہارنپور جا کر والدین کے پاس حاضر ہوئے اور تعظیم و تکریم کو

ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ترقی کے پیشِ نظر حیدرآباد جانے کی اجازت کی درخواست کی۔ والدین نے مجبوراً اجازت دی۔ آپ رفقائے سفر مولانا محسن الدین کاکوروی، ملا عبدالقیوم اور مولانا ہدایۃ اللہ دہلوی کے ہمراہ عازمِ اورنگ آباد ہوئے۔ اس سلسلے کے چند شعر یہ ہیں:-

تراہ اذا ما زرتہٗ متواضعا ؛ ومبتسما عند المکارہ ناشیا
لاخلاصہ منی قدیما یحثنی ؛ الی حیدرآباد اشدُّ رحالیا
فجئتُ عجولا والدیّ ازورہم ؛ وابدی لھم مُستاذنا ما بدیٰ لیا
فصدوا وقاموا ینصحونی نصیحۃ ؛ ولم یرتضوا الی فرقۃ وتنائیا
ولکننی لم امتثلھم غوایۃ ؛ ومن لم یطعھم کان للویل داعیا
فودعت داری وانصرفت الی النویٰ ؛ الی محسن الملک الذی قد دعانیا
وکان رفیقی محسن الدین فارعا ؛ شوامخ عزّ ماجد الاصل زاکیا
امینا باسرار الحدیث فلم یکن ؛ یذیع لوقت مودع السر فاشیا
واٰخر ملا عبدُ قیومُ بن الذی ؛ ترعرع فی بیت الاماجد ناشیا

حیدرآباد پہنچتے ہی امیر پائیگاہ نواب خورشید جاہ بہادر کے طبیبِ خاص مقرر ہوئے اور سفر و حضر میں ساتھ رہتے مگر آپ کو یہ ملازمت پسند نہ تھی، اور یہ اُن کی توقعات سے بہت فروتر تھی جیسا کہ ان کے شعروں سے واضح ہوتا ہے:-

وانّی وانّی قد وثقت بوعدہ ؛ اراہ وخلف الوعد جمعا منافیا
فحا الفتی فیما ظننت وغرّنی ؛ مواعیدہ یا لیت قالھا لیا

اسی لئے کچھ عرصے بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر فرمانروائے ریاست نواب میر محبوب علی خاں کے دربار کا رُخ کیا، لیکن یہاں بھی حالات نامساعد رہے اور اہلِ دربار کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باعث ہٹ جانا ہی بہتر سمجھا۔ اب آپ کے مصائب و آلام کا دور شروع ہوا۔ عسرت و تنگدستی سے زندگی بسر کرنا پڑی مگر تکلیفوں میں صبر و تحمل کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹا اور ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ احباب و اغیار سے ملے۔ ہمتِ مرداں مددِ خدا پر

عمل کرکے حیدر آباد میں "شفاخانہ رحمانیہ" نامی شفاخانہ قائم کیا، نیز اس کو عوام و خواص میں مقبول بنانے اور اسکو مستحکم کرنے کے لئے امکان بھر کوشش کی۔

نواب عماد الملک بہادر کے توسط سے موجودہ نظام نواب میر عثمان علی خاں بہادر تک رسائی ہوئی اور نواب موصوف کی سفارش سے دو سو روپے ماہانہ مشاہرہ مقرر ہوا جو زندگی بھر باقی رہا۔ نیز حکیم صاحب کی طب میں حذاقت تسلیم کی گئی، چنانچہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء میں حکیم صاحب نے اپنے طبی تجربات کو "طبِ عثمانی" کے نام سے مرتب کرکے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو شرفِ قبولیت عطا فرمایا گیا، دس ہزار روپے کا نقد انعام دیا گیا، مزید اظہارِ خوشنودی کے طور پر شفاخانہ رحمانیہ کے لئے ایک سو پچیس ۱۲۵ روپے ماہانہ کی امداد مقرر فرمائی گئی اور تجربات کا یہ مجموعہ حکومت کی طرف سے شائع کرکے ملک کے تمام یونانی دواخانوں کو فراہم کیا گیا۔ انعام و اکرام کا ذکر حکیم صاحب نے بھی کیا ہے۔

فامضی علیہ الحکم بالمأتین ان ✤ تزف الی کل شہر توالیا

وعشرۃ آلاف حبانی سواھما ✤ لاقضے بھا منی الروایا الکوالیا

حکیم صاحب کو قرآن مجید سے محبت عشق کے درجے تک تھی۔ ماہِ صیام میں اُن کا مکان عام مہمان خانہ ہوتا تھا ہند اور بیرونِ ہند کے حفاظ تراویح میں قرآنِ کریم سنانے آتے تھے اور آپ سیر چشمی کے ساتھ نو واردِ حفاظ کے فرائضِ ضیافت سے عہدہ برآ ہوتے۔ رمضان کی راتوں میں حافظوں و قاریوں سے قرآن سنتے اور خود بھی بکثرت تلاوت کرتے۔ رمضان کی راتوں میں تین گھنٹے سے زائد آرام نہیں کرتے تھے۔

حکیم صاحب نے بیحد فیاض طبیعت پائی تھی۔ دیتے وقت اپنی کسی ضرورت کا لحاظ نہ رکھتے، دیتے اور بے تکلف دیتے اور دے کر خوش ہوتے۔ پرانے دستور کے مطابق اپنے قدیم دوستوں اور اُن کی اولاد کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرتے تھے۔

حکیم صاحب نے حیدر آباد میں اپنی جوانی اور بڑھاپے کا پورا زمانہ گذارا مگر اس عرصے میں نہ مکان بنایا اور نہ جائداد خریدی۔ مسافروں کی طرح زندگی بسر کی اور مسافروں کی مانند ہی ۱۳۴۶ھ میں اِس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی زندگی حدیثِ نبوی "کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل" کا مصداق تھی۔

حکیم صاحب فنِ حدیث، ادب اور طب میں بے مثل تھے۔ جب کبھی حدیث یا ادب کی دقیق سے دقیق بات

دریافت کی گئی، برجستہ جواب دیا۔ بارہا کا تجربہ تھا کہ علمائے حیدرآباد سے بعض مسائل پر سوالات کیے گئے تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا مگر حکیم صاحب کی طرف مراجعت کرنے پر فوراً تسلی بخش جواب ملا۔ آپ نے خاص طور سے مذکورۂ بالا تین فنوں کا درس آخر عمر تک دیا۔ اٹاوہ میں ہنسوہ (فتح پور) کے ایک شریف زادے ابوالقاسم کا تلمذ خود انھوں نے لکھا ہے:-

ابوالقاسم الثاوی معی باتاوۃ ؛ یدارسنی من العلوم المبادیا

حیدرآباد میں آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔

حکیم صاحب کو عربی زبان پر کامل عبور تھا اور محاورات زبان کے استعمال پر اچھی قدرت تھی۔ خداداد طبیعت کی موزونیت اور عربی ادبیات میں مہارت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ 'التحفۃ العثمانیہ' نامی بارہ سو تریپن (۱۲۵۳) اشعار کا مجموعہ ایک وزن اور ایک قافیے میں لکھا گیا۔ پھر اس پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر صفحے پر مشکل الفاظ، مرکبات اور امثالِ عرب کی سیر حاصل تشریح کرنے کا اہم کام انجام دیا گیا۔ اس نسخے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے اس پر نظرثانی کی تھی اور اپنے کلام میں بذاتِ خود اصلاحات کی ہیں۔ کسی کسی شعر میں ایک لفظ کو قلم زد کر کے دوسرا لفظ لکھا ہے کہیں مصرعوں کو بدلا ہے، کہیں مکمل مصرعہ تحریر کیا ہے۔ بعض جگہوں میں ایک شعر کی جگہ دوسرا شعر پہلے کو قلم زد کرکے درج کیا ہے۔ 'التحفۃ العثمانیہ' کے علاوہ نواب عثمان علی خاں بہادر آصف جاہ کی مدح میں ایک سو پچیس اشعار کا قلمی قصیدہ مولوی محمد نسیم صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اس قصیدہ کا قافیہ 'ی' ہے اور بحر بھی 'التحفۃ العثمانیہ' کے مجموعہ کلام کی مانند ہے۔ اس قصیدہ کے سترہ منتخب اشعار میرے پاس موجود ہیں۔

حکیم صاحب کا عربی کلام کس قدر تھا؟ اس کا جواب یقین سے نہیں دیا جا سکتا۔ ان کا کلام طبع نہیں ہوا۔ صرف مولوی عبدالجلیل نعمانی رامپوری کی تصنیف 'جواب شافی' (مطبوعہ مطبع سہیل دکن، حیدرآباد ۱۳۰۹ھ) صفحہ ۲۸۰ میں تقریظ کے چھ شعر قافیہ 'ث' میں چھپے ہوئے مل سکے ہیں۔ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حکیم صاحب کا مجموعۂ کلام (۱۲۵۳ + ۱۲۵ + ۶ = ۱۳۸۴) تیرہ سو چوراسی اشعار سے زائد ہوگا لیکن کلام مخطوط ہونے کی وجہ سے محفوظ نہیں رہا اور ضائع ہوا۔

حکیم صاحب کی عربی دانی، قادر الکلامی اور کلام کی جزالت و پختگی وغیرہ اعلیٰ اوصاف کے پیشِ نظر ہندوستان

کے مشہور ادیب و نقاد خواجہ الطاف حسین حالؔی نے ابوالبقا صالح بن شریف الرندی الاندلسی کے مشہور مرثیہ اندلس کے قافیہ و وزن کو اختیار کرتے ہوئے ہندوستان کی تباہی و بربادی کا مرثیہ لکھنے کی خواہش کی تھی، اور حکیم صاحب نے نہایت پُر درد مرثیہ لکھا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس مرثیے کا پتہ نہیں چل سکا اور ایک شعر بھی دستیاب نہیں ہوا۔ اس واقعے سے دو باتیں ضرور ثابت ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ حکیم صاحب اپنے زمانے میں لغتِ عربی کے ممتاز ہندوستانی شاعر تھے کیوں کہ ظاہر ہے کہ حالؔی نے اردو زبان میں 'مدو جزرِ اسلام' لکھ کر جس کام کو خود کیا تھا، وہ اسی کام کی عربی میں تکمیل کے خواہاں کسی معمولی عربی گو شاعر سے نہیں ہوتے۔ دوسرے یہ کہ آپ کا عربی کلام یقینی طور پر زائد تھا اور کلام کا معتد بہ حصہ ضائع ہو گیا۔

موجودہ کلام کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ حکیم صاحب کے کلام میں سادگی اور روانی ہے۔ الفاظ کا انتخاب اور بندش قابلِ تعریف ہے، محاورات و امثال کا برمحل استعمال ہے۔ بطور نمونہ ذیل میں کچھ اشعار درج کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین ہندوستان کے عربی گو شاعر کے کلام کو پڑھ کر اپنی رائے قائم کر سکیں:۔

وما ذقتُ من حرّ الزمان وقرہ　٭　وما مسّنی سوء ینکب حالیا

(میں نے زمانے کے گرم و سرد کا مزہ نہیں چکھا ہے، اور نہ میں ایسی دشواریوں سے دوچار ہوا ہوں جو میرے تغیرِ حال کا باعث ہوں)

وما کنت ادری قبل ذالک ما الجفا　٭　وما اعرف البلوی من الدھر ماھیا

(میں جفا آشنا نہ تھا، اور نہ مجھے زمانے کی آزمائشوں کا علم تھا)

وکنت ابن شیخ الھند عمت علومہ　٭　ادانی طلاب بھا والاقاصیا

(مجھے اس بلند پایہ ہندی عالم کی فرزندی کا شرف حاصل ہے جس کے علم و فضل سے دور و نزدیک بہرہ مند ہوا)

وفوقت من ضرع العلوم حلیبہ　٭　افاویق فی بیت المکارم ناشیا

میں مختلف علوم و فنون کے گہوارے کا تربیت یافتہ اور عظمت و بزرگی کی فضاء کا پروردہ ہوں)

بلوت رجالا فی ابتلائی نقطعوا　٭　ھُم، واصحابی العری والاواخیا

(میں نے مصائب میں لوگوں کو آزمایا ہے مگر دوست احباب نے تعلقات اور برادری کا پاس نہیں کیا)

لہ مرثیہ اندلس کا مطلع یہ ہے:۔ لکل شیٔ اذا ماتم نقصان　٭　فلا یغر بطیب العیش انسان

بلوت کثیرا یدعون مودتی ÷ فلم ار فیهم خالص الود صافیا

(میں نے مدعیانِ محبت کو خوب آزمایا لیکن کوئی بھی محبت کا پکا اور پُرخلوص نظر نہیں آیا)

الم تسئلوا عنی اناسا وقد بلوا ÷ علی فتنة صماء کیف اصطباریا

(کیا تم نے میرے بارے میں لوگوں سے دریافت نہیں کیا ہے؟ انھوں نے مجھے رنج ومحن میں آزمایا مگر مجھے صابر ہی پایا)

لقد شهد الاعداء عنی شهادة ÷ بان لا اجبت الرعب اذا ما دعانیا

(دشمن بھی شاہد ہیں کہ جب کسی نے مجھ سے فریاد کی تو مجھے پس وپیش نہیں ہوا)

وما فزعی دون الاله وانما ÷ الی الله اشکو لا الی الناس ما بیا

(میں خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، میں صرف اللہ سے عرضِ غم کرتا ہوں لوگوں سے داد نہیں چاہتا)

نواب محسن الملک کی مدح کے چار شعر

کریم سما اصلا ومجدا وسوددا ÷ وعلما وحلما وافرا ومعالیا

(ممدوح شریف ہے، وہ حسب ونسب، سیادت وبزرگی، دانش وحکمت اور محاسن اوصاف کے اعتبار سے بہت اونچا ہے)

وفاضت ایادیه علی کل طائف ÷ فازری بمعن عندها وایادیا

(اس کی سخاوت ہر شخص کے لئے عام ہے۔ اس کی کشادہ دستی نے معن کو ہیچ کر دیا ہے)

عطوفا علی الغرثی زعیما بشانهم ÷ نزوعا عن الشح المطاع تقالیا

(وہ بے کسوں کا غمخوار اور کفیل، بخل وخست سے دور اور ان کا دشمن ہے)

مآثره مشهورة فی بلادنا ÷ له من اعاجیب تروق النوادیا

(ہمارے ملک میں اُس کے کارنامے مشہور ہیں۔ اس کی حیرت انگیز کارگزاریاں محفلوں کی زینت بنتی ہیں)

راجہ کشن پرشاد کی مدح کے سات شعر

وان له حظا من العلم وافرا ÷ وان له سهما من الخلق وافیا

(ممدوح کا علم میں بڑا حصہ ہے، اور اخلاق وکردار میں نمایاں مقام ہے)

وان له طبعا سليما ودربة ÷ بها تهتدي العمّال حكما سياسيا

(وہ سلیم الطبع ہے، اس کے تجربوں سے اربابِ حکومت رہنمائی حاصل کرتے ہیں)

شهاب يضيئ المدلجين بضوئه ÷ رواء يروّي كل من جاء ظاميا

(وہ ایسا روشن ستارہ ہے جس سے راہ گیر راہ یاب ہوتے ہیں، وہ ایسا جوئے رواں ہے جس سے ہر تشنہ لب سیراب ہوتا ہے)

فطين ذكي لوذعي وما به ÷ من العيب دون البذل سرا وجاهيا

(صاحبِ فراست ہے، ذہین اور نہایت دور اندیش ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں اِلّا یہ کہ کھلے اور چھپے طور پر مال خرچ کرتا ہے)

حلو على الاصحاب مُرّ على العِدىٰ ÷ فيجتمع الفتنين مرًّا وماذيا

(دوستوں پر مہربان، دشمنوں پر سخت، اس طرح اس کی ذات میں سختی اور نرمی باہم آمیز ہے)

عصى نفسه فيما اطاع مليكه ÷ فللّٰه من قرم مطيعا وعاصيا

(اپنے آقا کی اطاعت میں اپنے نفس کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ فرمانبرداری اور نافرمانی جیسی متضاد صفات کا حامل ہے)

له بشيوخ الدين فرط عقيدة ÷ وما بسواهم كان للوقت راعيا

(اس کو بزرگانِ دین سے بڑی عقیدت ہے، ان کا پاس و خیال ہمیشہ ملحوظ ہوتا ہے)

نوابِ میر عثمان علی خاں بہادر آصف جاہ کی مدح میں لکھے ہوئے قصیدے کی تشبیب[1] کے آٹھ شعر

ابدرٌ تجلّى ام جبين بدا ليا ÷ ارمحٌ تثنّى ام قوام اماميا

(ماہِ تمام چمکا یا کسی کی پیشانی نظر نواز ہوئی؟ نیزہ نظروں کے سامنے لچکا یا کوئی قدِ رعنا؟)

وتلك العيون النُجل كنا نخالها ÷ هي اضا فبانت اسهما ومواضيا

(وہ جن فراخ آنکھوں کو بیمار سمجھا کرتے تھے، انھوں نے خوب خوب تیر اور تلواریں برسائیں)

أمِن نظرةٍ عن غير قصد اصابني ÷ جنون الهوىٰ فاستاسرتني الغوانيا

(کیا یہ ایک نگاہِ غلط انداز کا کرشمہ ہے کہ میں جنونِ عشق میں گرفتار ہو گیا اور مجھے مطربۂ شیریں نوا نے اسیرِ دام بنا لیا)

---

[1] صرف اسی مدحیہ قصیدے میں تشبیب کے اشعار ہیں۔ دوسرے مدحیہ قصائد میں محض ستائش ہی ہے۔

صبوتُ بسلمیٰ فاعتکفت بحیّھا ؛ وادّمیتُ آداب الغرام کما ھیا

(میں سلمیٰ کا شیدائی ہوں، اسی لئے اس کے قبیلے کا معتکف ہوں۔ میں نے عشق کے آداب کا پورا پورا حق ادا کیا ہے)

واجھدتُ نفسی کی تجود بعطفۃ ؛ علیّ فما الفیتُ الا تمادیا

(میں نے پوری کوشش کی کہ میرے اوپر بھی نظرِ عنایت ہو جائے مگر تغافل کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا)

ولو علمت انی الجدیر بحبّھا ؛ وان ھواھا راسخ فی فؤادیا

(کاش وہ جانتی کہ اس کی محبت کا میں ہی سزاوار ہوں، اور اس کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی ہے)

لما استخلصت من کنتُ بسبقہ ؛ ولا اتخذت غیری خلیلا مصافیا

(تو دوسرا قابلِ ترجیح ہرگز نہ ہوتا، اور نہ میرے علاوہ کسی کو پُرخلوص دوست سمجھا جاتا)

ولکن احکام الھویٰ جاھلیۃ ؛ فلم تر فی اھلیہ بالعدل قاضیا

(محبت کے آئینِ علم و خرد کے تابع نہیں، اس لئے اہلِ محبت کے حق میں عدل و انصاف کا فیصلہ نظر نہیں آئے گا)

مختار الملک وزیرِ ریاست کے مرثیے کے چند شعر

وکان یسوس الملک عدلا وحکمۃ ؛ وکان خبیرا وافر الحزم داھیا

(مرحوم عدل اور دانائی کے ساتھ ملک پر حکمرانی کرتا تھا۔ باخبر، نہایت ہوش مند اور مدبّر تھا)

وکان جلیدا اصمعیا فؤادہ ؛ ذکیا سریع الفھم جدا وقاھیا

(وہ جری اور بیدار مغز تھا۔ دانا، نہایت ذہین اور پاک زندگی کا مالک تھا)

وکان نزیہ النفس فی الصبر غایۃ ؛ وفی الحلم اعجازا وفی البذل طائیا

(وہ پاکیزہ نفس، بہت صابر، انتہائی حلیم اور سخاوت میں طائی روایت کا حامل تھا)

لہ حکم لقمان، سماحۃ حاتم ؛ ذکاء ابن عباس، وفاء ابن عادیا

(لقمان کا فیصلہ، حاتم کی سخاوت، ابن عباسؓ کی سوجھ بوجھ اور سموئل ابن عادیا کا ایفاءِ عہد اس ذات میں جمع تھا)

وان الرعایا یبذلون نفوسھم ؛ علیہ وکانوا یبتغون المراضیا

(رعایا اس پر جان چھڑکتی تھی اور اس کی خوشنودیوں کی طالب ہوتی تھی)

قريحته الوقاد يشرق ضوئها ؛ له غامضات الملك كُلاًّ كما هيا

(اس کی روشن طبع ملک کی تمام پیچیدگیوں میں شمعِ راہ بن جاتی تھی)

ودانت له صيد الرقاب ولم يروا ؛ لانفسهم دون الاطاعة هاديا

(اس کے روبرو سرکشوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں اور بجز فرماں برداری کوئی دوسری راہ نظر نہ آتی تھی)

وقد جمع الحذاق من كل موطن ؛ واحضر جمعا من ذوی الهند طاحيا

(مرحوم نے ہر مقام سے دانش مندوں کو جمع کیا تھا اور ان ہندوستانیوں کا ایک شیرازہ بنایا تھا)

اشاع العلوم المغربية كلها ؛ واصبح فيها للمدارس بانيا

(انھوں نے تمام مغربی علوم کی اشاعت کی اور ریاست حیدرآباد میں مدرسوں کی بنیادیں ڈالیں)

يرى للرعايا ان تكون علومهم ؛ علٰى حسب ما تغني وتكفي الدواعيا

(ان کی رائے تھی کہ عوام کو ان علوم کی تحصیل کرنی چاہیے جو ان کی ضرورت پوری کرسکیں، اور معاشی کفالت میں مددگار ہوسکیں)

الا كل من في الارض لابد هالك ؛ وان عاش دهراً في التنعم ناشيا

(اس دھرتی پر جنم لینے والا بہرحال فنا ہو کر رہے گا گو مدت تک عیش وعشرت کی زندگی گزارتا رہا ہو)

فان تك افنتك الليالي مرورها ؛ فحسناك لا تفنٰى وتفني اللياليا

(اگرچہ تجھے زمانے کی گردشوں نے فنا کردیا مگر تیری خوبیاں کبھی فنا نہ ہوں گی گو زمانہ فنا ہوجائیگا)

وما كانت الدنيا تدوم بحالة ؛ ولا حالة الاستصرف ثانيا

(دنیا کو کسی حال قرار نہیں، کوئی حالت ایسی نہیں جس میں تبدیلی ہو کر نہ رہے)

وما من فتى الا يشرب كاسه ؛ من الموت حتى لا ترى الشئ باقيا

(ہر شخص کو موت کا جام پینا ہے یہاں تک کہ کوئی شے باقی نہ رہے گی)

● ایک معاصر دستاویز ● آصف الدولہ کے عہد کے وہ وقائع جو دوسرے مورخوں نے بیان نہیں کئے۔ ● بادشاہوں اور نوابوں کی تاریخ نگاری کے عہد میں عوام اور ایک مخصوص عہد کی تاریخ نویسی کی پہلی مثال ● دنیا میں موجود واحد قلمی نسخہ۔

تفضیح الغافلین: وقائع زمان نواب آصف الدولہ (بزبان فارسی)

مصنفہ:- مرزا ابوطالب - مرتبہ:- عابد رضا بیدار

پیش لفظ:- پروفیسر ہمایوں کبیر - ● قیمت دس روپے - ملنے کا پتہ:- مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶